پیغمبرِ اسلامؐ پوری انسانیت کیلئے نمونہ



ڈاکٹر فریدہ خانم
چیئرپرسن سی پی ایس انٹرنیشنل، نئی دہلی

عطاء بن یسار تابعی (103ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابیِ رسول عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے تورات کا مطالعہ کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تورات میں آئی ہیں ان میں سے کچھ بتایئے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے جو کچھ بیان کیا، اس کا ایک جزء یہ ہے: خدا کی قسم! رسول اللہ کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں، جو قرآن (48:8) میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ "اے نبی! بیشک ہم نے تم کو شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے" اور اُمّی (اَن پڑھ) قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بداخلاق ہو، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور وغل مچانے والے، وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا، بلکہ معاف اور درگزر کرے گا (صحیح بخاری)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کے مشن کو جاننے کے لیے یہ ایک اہم حدیث ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بنیادی صفات معلوم ہوتی ہیں۔ ایک آپ داعی الی اللہ ہیں۔ دوسرے آپ اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھے۔

اس حدیث میں بظاہر رسول کی صفات بیان کی گئی ہیں، مگر وہ ہر انسان کے لیے رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

صحیح البخاری کے ایک شارح احمد بن اسماعیل الکورانی (وفات 893ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس میں اشارہ ہے کہ آپ دین، انسانیت اور اخلاق کے اعتبار سے کامل تھے۔

"اے نبی! بیشک ہم نے تم کو شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔ مولانا وحید الدین خاں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے شاہد کا ترجمہ اظہار حق کنندہ (حق کا اظہار کرنے والا) کیا ہے۔ یہی اس لفظ کا صحیح ترین مفہوم ہے۔ پیغمبر کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کا اعلان واظہار کردے۔ وہ واضح طور پر بتا دے کہ موت کے بعد کی ابدی زندگی میں کن لوگوں کے لیے خدا کا انعام ہے اور کن لوگوں کے لیے خدا کی سزا۔ ایسے ایک شاہد حق کا کھڑا ہونا اس کے مخاطبین کے لیے سب سے زیادہ سخت امتحان ہوتا ہے۔ ان کو ایک بشر کی آواز میں خدا کی آواز کو سننا پڑتا ہے۔ ایک عام انسان کو خدا کے نمائندہ کے روپ میں دیکھنا پڑتا ہے۔ ایک انسان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے یہ سمجھنا پڑتا ہے کہ وہ اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ جو لوگ اس اعلیٰ معرفت کا ثبوت دیں ان کے لیے خدا کے یہاں بہت بڑا اجر ہے اور جو لوگ اس امتحان میں ناکام رہیں ان کے لیے سخت ترین سزا (تذکیر القرآن)۔

"اُمّی قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے" حفاظت کا مطلب سیاسی حفاظت نہیں ہے، بلکہ ابدی نجات کے اعتبار سے حفاظتی بندوبست کرنا ہے۔ اس حقیقت کی طرف قرآن میں ان الفاظ میں اشارہ ہے: وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول انھیں میں سے اٹھایا، وہ ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے (62:2)۔

"میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے" کی شرح ابن حجر نے ان الفاظ میں کی ہے۔ (ترجمہ): (یعنی، اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہیں، کیوں کہ وہ تھوڑی چیز پر قناعت کرتے ہیں، اور ناپسندیدہ چیز کے مقابلے میں صبر کرتے ہیں) فتح الباری۔

"تم نہ بداخلاق ہو، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور وغل مچانے والے" اس کے تحت ایک شارح حدیث لکھتے ہیں کہ وہ نرم رو، شریف النفس ہیں، وہ بداخلاق نہیں اور نہ غیر مہذب کہ بازار میں شور مچائیں، بلکہ لوگوں کے لیے نرم اور خیرخواہ ہیں۔

"وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا" اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ ایک دوسری حدیث میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: بیشک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہے، لیکن برائی کو اچھائی سے مٹاتا ہے، بیشک برائی برائی کو ختم نہیں کرتی ہے۔

دعوت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی میتھڈ اختیار کیا اور فکری مہم کے ذریعہ ذہنوں کو بدلا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ انسانوں میں اسلام کی قبولیت کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ قرآن میں سب سے پہلے وہ سورتیں نازل ہوئیں، جن میں جنت اور جہنم کا ذکر تھا۔ یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہو گئے تو حرام اور حلال کے احکام اترے۔ (صحیح البخاری)

عرب اگرچہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم کے دین پر ہیں مگر طویل عرصہ گزر جانے کی وجہ سے وہ اپنی سماجی روایت میں کنڈیشنڈ ہو چکے تھے۔ ان کو ڈی کنڈیشنڈ کرنے کا عمل اسی وقت ممکن تھا، جب کہ فکری مہم کے ذریعہ ان کے اندر تبدیلی لائی جائے۔

عربوں میں آنے والی اس انقلابی تبدیلی کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خاں صاحب لکھتے ہیں کہ "نزول کے اعتبار سے قرآن کا پہلا لفظ 'پڑھ' (اقرا) ہے۔ چودہ سو سال پہلے قرآن میں اقرا کا حکم آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خدائی کلام ہے۔ جب پہلی وحی اتری اس وقت عرب میں بہت سے مسائل تھے۔ مثلاً کعبہ میں 360 بت، رومیوں اور ایرانیوں کی عرب علاقوں میں سیاسی دخل اندازی، راستوں کا محفوظ نہ ہونا، سماج میں مختلف قسم کے جرائم، اسی طرح پانی کی قلت، وغیرہ۔ ایک شخص جس کو صرف انسانی نظر حاصل ہو، وہ اسی قسم کے ظاہری مسائل میں الجھ جائے گا۔ ایک انسانی مصلح اگر اٹھتا تو وہ صرف حال کے دائرہ میں سوچتا، جب کہ اقرا ابدی دائرہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ حال کے اعتبار سے عرب میں مسائل ہی مسائل تھے۔ مگر قرآن میں جو پہلی آیت اتری اس میں اس قسم کے مسائل کا ذکر نہیں تھا۔ رسول اکرمؐ نے علم کا پیغام دیا جو ابدی اہمیت کا حامل تھا۔ جو حال سے لے کر مستقبل تک انسان کے کام آنے والا تھا۔ اور جو اپنے وسیع انطباق کے اعتبار سے دوسرے تمام شعبوں کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائل خواہ کتنا ہی زیادہ ہوں، ان کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے عمل کا آغاز ہمیشہ علم اور شعوری بیداری سے کرنا چاہیے۔ یہ نہایت اہم خدائی اصول ہے" (ماخوذ)۔

یہ تمام حقائق اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ آپ ایک بااصول انسان تھے۔ آپ کی شخصیت حالات کے ردعمل کی پیداوار نہ تھی۔ بلکہ اعلیٰ ربانی اصول کی پیداوار تھی۔ آپ کا اعلیٰ اخلاق کا حامل ہونا، آپ کے اس دعویٰ کے عین مطابق ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ کسی بھی سماج کے لیے اچھے اخلاق اور اعلیٰ کردار کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ افراد کے اندر اچھا اخلاق ہونا کسی سماج کو اچھا سماج بناتا ہے۔ اور افراد کے اندر برے اخلاق کا موجود ہونا کسی سماج کو برا سماج بنا دیتا ہے۔ اخلاق دراصل، داخلی احساس کا خارجی اظہار ہے۔ داخلی سطح پر کوئی انسان جیسا ہوگا، اس کا اثر اس کے خارجی برتاؤ پر پڑے گا۔ اعلیٰ اخلاق سے مراد وہ اخلاق ہے، جب کہ آدمی دوسروں کے رویہ سے بلند ہو کر عمل کرے۔ اس کا طریقہ یہ نہ ہو کہ برائی کرنے والوں کا جواب برائی سے دیا جائے اور بھلائی کا جواب بھلائی سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق یہی اعلیٰ اخلاق تھا۔

حمد

مصیبت سر سے ٹلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے
پھنسی کشتی نکلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے
بھلائی کی طرف اپنے قدم خود بڑھنے لگتے ہیں
بُرائی ہاتھ مَلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے
وہ مایوسی کو مایوسی سَدا رہنے نہیں دیتا
دلوں میں آس پلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے
پلٹ آتا ہے جاتے جاتے واپس امن کا ماحول
ستم کی دُھوپ ڈھلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے
کبھی ہوتی نہیں پیدا کوئی بکھراؤ کی صُورت
کہ آندھی رُخ بدلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے
کوئی مانے نہ مانے یہ مرا ایمانِ راسخ ہے
ہماری سانس چلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے
بشکلِ حمد میرے دل کی گہرائی سے اے حافظ
ثنا اُس کی نکلتی ہے خُدا کو یاد کرنے سے

ڈاکٹر حافظ کرناٹکی

حج کے پانچ ایام

ڈاکٹر محمد واسع ظفر

(گزشتہ سے پیوستہ)

حج کے خاص پانچ دنوں کے احکام اور اعمال درج ذیل ہیں۔

حج کا پہلا دن ۸ رذی الحجہ: آج کے دن فجر کی نماز کے بعد اپنی قیام گاہ سے اسی طرح احرام باندھیں جس طرح عمرہ کا احرام باندھا تھا لیکن آج کا یہ احرام حج کے لئے ہوگا اس لئے نیت یہ کریں۔ "یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لئے آسان فرما اور قبول فرما یا صرف یہ کہیں اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ حَجًّا پھر تلبیہ پڑھیں اور تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کے لئے روانہ ہوں۔ تلبیہ کہتے ہی احرام کی تمام پابندیاں پھر سے عائد ہو جائیں گی۔ حج افراد اور قران والے تو پہلے سے ہی احرام میں ہیں اس لئے انہیں آج کے دن پھر سے حج کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں منیٰ آج سب روانہ ہوں گے۔ آج منیٰ میں کوئی خاص عمل نہیں ہے صرف فرض نمازیں ہیں یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔ اگر مسافرت باقی ہے تو قصر پڑھیں ورنہ پوری نماز ادا کریں۔ رات منیٰ میں گزاریں۔

حج کا دوسرا دن ۹ رذی الحجہ: آج فجر کی نماز ادا کر کے عرفات روانہ ہوں۔ زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک وہاں ٹھہریں۔ حاجیوں کے لئے یہ سب سے اہم دن ہے۔ آج کے دن رسول اللہؐ نے عرفات کی مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کی ہے۔ لہٰذا اتباع نبویؐ میں ایسا کرنا ہی بہتر ہے۔ عصر کی نماز کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر (اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر) وقوف کریں۔ عرفہ کے خاص اذکار میں سومرتبہ چوتھا کلمہ، سومرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ہ (پوری سورہ اخلاص) اور سومرتبہ درود شریف ہے۔ ان کو پڑھیں اور خوب دعائیں کریں۔ درمیان میں کبھی کبھی تلبیہ بھی پڑھتے رہیں۔ غروب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کے لئے روانہ ہوں۔ راستہ میں بھی مغرب نہ پڑھیں۔ مزدلفہ پہنچ کر ایک اذان اور دو اقامت سے مغرب اور عشاء کی فرض نمازیں ادا کریں۔ درمیان میں سنت و نوافل نہ پڑھیں۔ مزدلفہ ہی میں یہ رات گزارنی ہے جو بے حد اہم ہے۔ کچھ آرام کر کے سویرے اٹھ کر نماز و دعا میں مشغول ہو جائیں۔

حج کا تیسرا دن ۱۰ رذی الحجہ: آج فجر اول وقت میں پڑھ کر اگر ہو سکے تو مشعر الحرام (مزدلفہ کی مسجد) کے پاس آکر ورنہ اپنی قیام گاہ پر ہی ذکر و تسبیح اور دعا کریں اور آفتاب طلوع ہونے سے پانچ منٹ قبل مزدلفہ سے واپس منیٰ کی طرف چلیں۔ یہاں سے کم از کم ستر کنکریاں بھی چن لیں اور ساتھ رکھ لیں۔ منیٰ پہنچ کر پہلے اپنے خیمہ میں جائیں اور سامان وغیرہ ٹھکانے لگا کر اطمینان ہو لیں پھر کنکریاں ساتھ لے کر جمرہ عقبہ (بڑے شیطان) کے پاس جائیں اور اس کو سات کنکریاں ایک ایک کر کے ماریں۔

پہلی کنکری مارنے کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ آج کا خاص عمل یہی ہے۔

آج کا دوسرا عمل قربانی کرنا ہے۔ تیسرا عمل حلق یا قصر ہے۔ قربانی کے بعد حلق کرا کر احرام کھول دیں اور روزمرہ کے کپڑے پہن لیں۔

حج کا چوتھا دن ۱۱ رذی الحجہ: منیٰ میں آج تینوں جمروں کی رمی کرنا ہے۔ آج رمی کا افضل وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے لیکن مغرب سے صبح صادق تک بھی جائز ہے۔ آج رمی کی ترتیب یہ ہو۔ پہلے جمرہ اولیٰ (چھوٹے شیطان) کو ایک کے بعد ایک سات کنکریاں ماریں جیسے ۱۰ رذی الحجہ کو بڑے شیطان کو مارا تھا لیکن یہاں کنکریاں مارنے کے بعد کنارے ہٹ کر قبلہ رو ہو کر دعا کریں۔ یہ مسنون ہے۔

حج کا پانچواں دن ۱۲ رذی الحجہ: آج بھی منیٰ میں تینوں جمروں کی رمی کرنا ہے۔ ترتیب اور وقت وہی ہے جو ۱۱ رذی الحجہ کے دن تھا لیکن آج کے دن غروب آفتاب سے پہلے منیٰ چھوڑ دیں نہیں تو ۱۳ ویں ذی الحجہ کی شب کا قیام منیٰ میں ضروری ہو جائے گا اور اس صورت میں ۱۳ رذی الحجہ کو زوال کے بعد پھر تینوں جمروں کو کنکری مار کر ہی منیٰ سے واپس جا سکتے ہیں۔ اگر اب تک آپ نے قربانی، حلق، طواف زیارت اور سعی نہیں کی تو آج غروب آفتاب سے قبل تک ضرور بالضرور کر لیں۔ آپ کا حج مکمل ہو گیا۔ اللہ پاک قبول فرمائے اور آخرت میں اس کا بہترین بدلہ نصیب کرے۔ آمین!

اب صرف ایک عمل طواف وداع باقی ہے جو مکہ سے روانگی کے دن ضرور کر لیں۔ یہ طواف بھی اسی طرح ہوگا جیسے عمرہ میں کیا تھا۔ صرف نیت کا فرق ہوگا اور اس میں بھی نفل طواف کی طرح رمل نہیں ہوگا لیکن دوگانہ طواف ادا کی جائے گی۔

نعت

نبی سے عاشقانہ چاہتا ہوں
میں اب قسمت بنانا چاہتا ہوں
فقط فرمانِ آقا یاد رکھ کر
سبھی کچھ بھول جانا چاہتا ہوں
یہ کچھ کیا ہے سبھی کچھ کھو کے بھی میں
مدینہ پاک پانا چاہتا ہوں
اے آقا پیدا کر دو کوئی صورت
تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں
نبی کا ذکرِ نوری کر کے اب میں
سوادِ دل مٹانا چاہتا ہوں
مجھے شہرِ نبی کی آرزو ہے
میں جنت کو بھی پانا چاہتا ہوں
خدایا اب درِ آقا پہ جا کر
میں حالِ دل سنانا چاہتا ہوں

ذکی طارق بارہ بنکوی

نبی اکرمؐ نے بیوہ عورتوں سے کیوں شادیاں کیں؟

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

قرآن کریم روز قیامت تک کے لئے لوگوں سے مخاطب ہے: اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ رسول کے بعد اُن کی ازواج (نبی اکرمؐ کی بیویوں) میں سے کسی سے نکاح کرو۔ (سورۃ الاحزاب ۵۳) یعنی ازواج مطہرات تمام ایمان والوں کے لئے ماں (ام المومنین) کا درجہ رکھتی ہیں۔

ازواج مطہرات کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام (سورۃ الاحزاب ۳۲) میں ارشاد فرماتا ہے: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ تم بلند مقام کی حامل ہو۔

قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبیؐ نے چند نکاح فرمائے۔ ان میں سے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں، باقی سب بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ نبی اکرمؐ نے سب سے پہلا نکاح ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی عمر نکاح کے وقت ۴۰ سال تھی۔ نیز وہ نبی اکرمؐ کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے دو شادیاں کر چکی تھیں اور ان کے پہلے شوہروں سے بچے بھی تھے۔ جب نبی اکرمؐ کی عمر ۵۰ سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح نبی اکرمؐ نے اپنی پوری جوانی (۲۵ سے ۵۰ سال کی عمر) صرف ایک بیوہ عورت حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزار دی۔ دوسری شادی بھی آپؐ نے ایک بیوہ عورت سے کی، اس طرح پوری مکی زندگی میں آپ کے نکاح میں صرف ایک ہی بیوہ عورت رہی۔ ۵۵ سے ۶۰ سال کی عمر میں آپؐ نے چند نکاح کئے۔ یہ نکاح کسی شہوت کو پوری کرنے کے لئے نہیں کئے کہ شہوت ۵۵ سال کی عمر کے بعد اچانک ظاہر ہو گئی ہو۔ اگر شہوت پوری کرنے کیلئے آپؐ نکاح فرماتے تو کنواری لڑکیوں سے شادی کرتے۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے کسی عورت سے شادی نہیں کی اور نہ کسی بیٹی کا نکاح کرایا مگر اللہ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے۔ بلکہ چند سیاسی ودینی واجتماعی اسباب کو سامنے رکھ کر آپؐ نے یہ نکاح کئے۔

۱) جنگوں میں بعض صحابۂ کرام شہید ہوئے یا کفار مکہ نے مسلمان عورتوں کو طلاق دیدی تو نبی اکرمؐ نے اُن بیوہ یا مطلقہ عورتوں پر شفقت وکرم کا معاملہ فرمایا اور ان سے نکاح کر لیا تاکہ ان بیوہ یا مطلقہ عورتوں کو کسی حد تک دلی تسکین مل سکے۔ نیز انسانیت کو بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دی۔

۲) خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی حضرت عائشہؓ اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے آپؐ نے نکاح کئے۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ اور خلیفہ رابع حضرت علیؓ کے ساتھ حضور اکرمؐ نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کیا۔ غرضیکہ نکاح کے ذریعہ آپ کی وفات کے بعد آنے والے چاروں خلفاء کے ساتھ داماد یا سسر کا رشتہ قائم ہو گیا، جس سے صحابہ کے درمیان تعلق مضبوط اور مستحکم ہوا اور امت میں اتحاد واتفاق پیدا ہوا۔

۳) نبی اکرمؐ نے سارے نکاح بیوہ یا مطلقہ عورتوں سے کئے۔ لیکن صرف ایک نکاح کنواری لڑکی حضرت عائشہؓ سے کیا، انہوں نے نبی اکرمؐ کی صحبت میں رہ کر مسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کی۔ عربی میں محاورہ ہے: (اَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرِ) چھوٹی عمر میں علم حاصل کرنا پتھر پر نقش کی طرح ہوتا ہے۔

تقریباً ۲۲۱۰ احادیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔ نبی اکرمؐ کے انتقال کے ۴۲ سال بعد حضرت عائشہؓ کا انتقال ہوا۔ یعنی نبی کی وفات کے بعد ۴۲ سال تک علوم نبوت کو امت محمدیہ تک پہونچاتی رہیں۔

۴) یہود و نصاریٰ میں سے جو حضرات مسلمان ہوئے، ان کے ساتھ آپؐ نے شفقت ورحمت کا معاملہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت صفیہؓ مسلمان ہوئیں تو آپؐ نے ان کو آزاد کیا اور ان کی رضامندی پر آپؐ نے ان سے شادی کی۔ اسی طرح حضرت ماریہؓ جو عیسائی تھیں، ایمان لائیں تو آپؐ نے ان کو عزت دے کر انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ آپ کے بیٹے ابراہیمؓ حضرت ماریہؓ سے ہی پیدا ہوئے۔

۵) حضرت جویریہؓ کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے قبیلہ بنو مصطلق کی ایک بڑی جماعت نے اسلام قبول کر لیا۔ نیز جب لشکر نے یہ سنا کہ سارے قیدی نبی اکرمؐ کے رشتہ دار بن گئے تو صحابۂ کرام نے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس طرح نبی اکرمؐ کی اس تدبیر نے ۱۰۰ سے زیادہ انسانوں کو لونڈی وغلام بنائے جانے سے بچا دیا۔ یاد رکھیں کہ اسلام نے ہی عربوں میں زمانہ جاہلیت سے جاری انسانوں کو غلام ولونڈی بنانے کا رواج رفتہ رفتہ ختم کیا ہے۔ غرض نبی اکرمؐ نے مرد ہونے کی حیثیت سے صرف ایک نکاح کیا، اور وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ اور پوری جوانی ان ہی بیوہ عورت کے ساتھ گزار دی۔ البتہ باقی نکاح رسول ہونے کی حیثیت سے کئے۔

نبی اکرمؐ کی ازواج مطہرات کا مختصر تعارف:

۱) امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ: یہ نبی اکرمؐ کی پہلی بیوی ہیں۔ نبی کریمؐ کی دیانت، کمال اور برکت کو دیکھ کر انہوں نے خود شادی کی درخواست کی تھی۔ نکاح کے وقت آپ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ آپ کی چاروں بیٹیاں (زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ) اور ابراہیمؓ کے علاوہ دونوں بیٹے (قاسمؓ اور عبداللہؓ) حضرت خدیجہؓ ہی سے پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ۵۰ سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال نبوت کے دسویں سال ہوا، اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ کی سچائی اور غمگساری کو نبی اکرمؐ ان کی وفات کے بعد بھی ہمیشہ یاد فرماتے تھے۔

۲) امّ المؤمنین حضرت سودہؓ: یہ اپنے شوہر (سکران بن عمرو) کے ساتھ مسلمان ہوئی تھیں، ان کی ماں بھی مسلمان ہو گئی تھیں، ماں اور شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں۔ وہاں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ جب اُن کا کوئی بظاہر دنیاوی سہارا نہ رہا تو نبی اکرمؐ نے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نبوت کے دسویں سال ان سے نکاح کر لیا۔ اس وقت آپؐ کی عمر ۵۰ سال اور حضرت سودہؓ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ اور یہ اسلام میں سب سے پہلی بیوہ عورت تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد تقریباً تین چار سال تک صرف حضرت سودہؓ ہی آپؐ کے ساتھ رہیں، کیونکہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی نکاح کے تین یا چار سال بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ غرض تقریباً ۵۵ سال کی عمر تک آپؐ کے ساتھ صرف ایک ہی عورت رہی اور وہ بھی بیوہ۔ حضرت سودہؓ کا انتقال ۵۴ ہجری میں ہوا۔

۳) امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ: یہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آرزو تھی کہ میری بیٹی نبی کے گھر میں ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کا نکاح نبی اکرمؐ کے ساتھ مکہ ہی میں ہو گیا تھا۔ مگر نبی کریمؐ کے گھر (مدینہ منورہ) میں ۲ ہجری کو آئیں۔ یعنی ۳، ۴ سال بعد رخصتی ہوئی۔ اُس وقت نبی اکرمؐ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ جیسے باپ نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دی تھیں، بیٹی بھی ایسی ہی عالمہ و فاضلہ ہوئیں کہ بڑے بڑے صحابہ کرام اُن سے مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بعد سب سے زیادہ احادیث حضرت عائشہؓ سے ہی مروی ہیں۔ نبی اکرمؐ کی صرف حضرت عائشہؓ ہی کنواری بیوی تھیں، باقی سب بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ نبی اکرمؐ حضرت عائشہؓ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہی آپ کی وفات ہوئی اور اسی میں آپؐ مدفون ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا ۵۷ یا ۵۸ ہجری میں انتقال ہوا۔

۴) امّ المؤمنین حضرت حفصہؓ بنت عمر: یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی ہیں۔ انہوں نے اپنے پہلے شوہر کے ساتھ حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان کے شوہر غزوہ احد میں زخمی ہو گئے تھے اور ان ہی زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال فرما گئے تھے۔ اس طرح حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں تو نبی اکرمؐ نے ان سے ۳ ہجری میں نکاح فرما لیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال کی تھی۔ حضرت حفصہؓ بہت زیادہ عبادت گزار تھیں۔ حضرت حفصہؓ کا انتقال ۴۱ یا ۴۵ ہجری میں ہوا۔

۵) امّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ: ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث سے، پھر عبیدہ بن حارث سے ہوا تھا۔ یہ دونوں نبی اکرمؐ کے حقیقی چچیرے بھائی تھے۔ تیسرا نکاح حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے ہوا تھا، یہ نبی اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ نبی اکرمؐ نے حضرت زینبؓ کے تیسرے شوہر کے انتقال کے بعد ان سے ۳ ہجری میں نکاح کر لیا۔ اس وقت آپؐ کی عمر ۵۶ سال کی تھی۔ وہ نکاح کے بعد صرف تین ماہ زندہ رہیں۔ یہ غریبوں کی اتنی مدد اور پرورش کیا کرتی تھیں کہ ان کا لقب امّ المساکین (مسکینوں کی ماں) پڑ گیا تھا۔

۶) امّ المؤمنین حضرت ام سلمہؓ: ان کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہؓ سے ہوا تھا، جو نبی اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان کے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کی جنگ احد کے زخموں سے وفات ہو گئی تھی۔ چار بچے یتیم چھوڑے۔ جب بظاہر کوئی دنیاوی سہارا نہ رہا تو نبی اکرمؐ نے بے کس بچوں اور ان کی حالت پر رحم کھا کر ان سے ۳ ہجری میں نکاح کر لیا۔ نکاح کے وقت آپؐ کی عمر ۵۶ سال اور حضرت ام سلمہؓ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ ۵۸ یا ۶۱ ہجری میں حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ہو گیا۔ امہات المؤمنین میں سب سے آخر میں انہیں کا انتقال ہوا۔ غرضیکہ حضرت حفصہؓ، حضرت زینب بنت خزیمہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے شوہر غزوہ احد (۳ ہجری) میں شہید ہوئے یا زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال فرما گئے تو آپؐ نے ان بیوہ عورتوں سے ان کے لئے دنیاوی سہارے کے طور پر نکاح فرما لیا۔

۷) امّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ: یہ نبی اکرمؐ کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ نبی کریمؐ نے ان کا نکاح کوشش کر کے اپنے منہ بولے بیٹے (آزاد کردہ غلام) حضرت زیدؓ سے کرا دیا تھا۔ لیکن شوہر کی حضرت زینبؓ کے ساتھ نہیں بنی اور بیوی کو چھوڑ دیا۔ اگرچہ نبی اکرمؐ نے زیدؓ کو بہت سمجھایا مگر دونوں کا ملاپ نہیں ہو سکا۔ حضرت زینبؓ کی اس مصیبت کا بدلہ اللہ نے یہ دیا کہ نبی کریمؐ کے ساتھ اُن کا نکاح ۵ ہجری میں ہو گیا، یعنی اُس وقت آپؐ کی عمر ۵۸ سال تھی۔ زمانہ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھ کر اس کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے حضرت زیدؓ کی مطلقہ عورت سے نکاح کر کے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دی کہ منہ بولے بیٹے کا حکم حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہے، یعنی منہ بولے بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے شادی کی جا سکتی ہے۔ یاد رکھیں کہ باپ اپنے حقیقی بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے کبھی بھی شادی نہیں کر سکتا۔ حضرت زینبؓ کا انتقال ۲۰ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔

۸) امّ المؤمنین حضرت جویریہؓ: لڑائی میں پکڑی گئی تھیں اور حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں، حضرت ثابت بن قیسؓ ۲۰ سال کے نوجوان تھے۔ حضرت ثابت بن قیسؓ نے حضرت جویریہؓ سے اُن کو آزاد کرنے کے لئے کچھ پیسہ مانگا۔ حضرت جویریہؓ مالی تعاون کے لئے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ بھی ظاہر کیا کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ نبی اکرمؐ نے ساری رقم ادا کر کے اُن کو آزاد کرا دیا۔ پھر فرمایا کہ بہتر ہے کہ میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں۔ چنانچہ نبی کریمؐ کے ساتھ اُن کا نکاح ۵ ہجری میں ہو گیا، یعنی اُس وقت آپ کی عمر ۵۸ سال کی تھی۔ جب لشکر نے یہ سنا کہ سارے قیدی نبی اکرمؐ کے رشتہ دار بن گئے تو صحابۂ کرام نے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس طرح نبی اکرمؐ کی اس چھوٹی سی تدبیر نے ۱۰۰ سے زیادہ انسانوں کو لونڈی وغلام بنائے جانے سے بچا دیا۔ نیز حضرت جویریہؓ کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے قبیلہ بنو مصطلق کی ایک بڑی جماعت نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت جویریہؓ کا انتقال ۵۰ ہجری میں ہوا۔

۹) امّ المؤمنین حضرت صفیہؓ بنت حیی بن اخطب: ان کا تعلق یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر سے ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے باپ، بھائی اور شوہر کو جنگ میں قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ قید ہو کر آئیں۔ نبی اکرمؐ نے ان کو اختیار دیا کہ چاہیں اسلام لے آئیں یا اپنے مذہب پر باقی رہیں۔ اگر اسلام لاتی ہیں تو میں نکاح کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ورنہ ان کو آزاد کر دیا جائے گا تاکہ اپنے خاندان کے ساتھ جا ملیں۔ حضرت صفیہؓ اپنے خاندان کے لوگوں میں واپسی کے بجائے اسلام قبول کر کے نبی اکرمؐ سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ نبی اکرمؐ نے ان کو آزاد کر دیا، پھر ۷ ہجری میں ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے وقت نبی اکرمؐ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ حضرت صفیہؓ کا انتقال ۵۰ ہجری میں ہوا۔

۱۰) امّ المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ: حضرت ابوسفیان امویؓ کی بیٹی ہیں۔ جن دنوں ان کے والد نبی کریمؐ کے ساتھ لڑائی لڑ رہے تھے، یہ مسلمان ہوئی تھیں، اسلام کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ پھر شوہر کو لے کر حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہاں جا کر اُن کا شوہر مرتد ہو گیا۔ ایسی سچی اور ایمان میں پکی عورت کے لئے یہ کتنی مصیبت تھی کہ اسلام کے واسطے باپ، بھائی، خاندان، قبیلہ اور اپنا وطن چھوڑا تھا، پردیس میں خاوند کا سہارا تھا۔ اس کی بے دینی سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی کریمؐ نے ایسی صابرہ عورت کے ساتھ حبشہ ہی میں ۷ ہجری میں نکاح کیا، یعنی اُس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ ۴۴ ہجری میں حضرت ام حبیبہؓ کا انتقال ہو گیا۔

۱۱) امّ المؤمنین حضرت میمونہؓ: ان کے دو نکاح ہو چکے تھے۔ اُن کی ایک بہن حضرت عباسؓ کے، ایک بہن حضرت حمزہؓ کے، ایک بہن حضرت جعفر طیارؓ کے گھر میں تھیں۔ ایک بہن حضرت خالد بن ولیدؓ کی ماں تھیں۔ نبی اکرمؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کے کہنے پر ۷ ہجری میں حضرت میمونہؓ سے نکاح کر لیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ ۵۱ ہجری میں حضرت میمونہؓ کی وفات ہوئی۔

ان ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا انتقال آپ کی زندگی میں ہو گیا تھا، باقی سب کا انتقال آپ کی وفات کے بعد ہوا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کی بیویوں کو دوسروں کے لئے حرام قرار دیا، جیسا کہ مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے۔